نیر مسعود کا افسانہ ''بائی کے ماتم دار'' کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد کلام
اسسٹنٹ پروفیسر۔ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن
پورنیہ یونیورسیٹی، پورنیہ بہار

ملخص

نیر مسعود اردو ادب کے نامور افسانہ نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ان کی پیدائش 12 نومبر 1936ء کو لکھنؤ میں ہوئی۔آپ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کے فرزند ہیں۔نیر مسعود نے فارسی زبان میں ایم اے کی سند حاصل کی۔اور اسی سال اسلامیہ کالج میں بحیثیت اساتذہ ان کی تقرری ہوئی۔آپ کو کم عمری سے ہی ادب سے لگاؤ ہو چکا تھا۔نیر مسعود نے باقاعدہ لکھنے کا آغاز 1965ء سے شروع کرتے ہی ہیں۔آپ افسانہ نگار کے ساتھ ساتھ محقق، مترجم اور ناقدوں کے صف میں نظر آتے ہیں۔نیر مسعود کا پہلا افسانوی مجموعہ ''سیمیا'' 1984ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔اس مجموعہ کے چھ سال بعد ''عطر کافور'' منظر عام پر آیا۔''طاؤس چمن کی مینا'' آپ کا تیسرا افسانوی مجموعہ ہے جو 1997ء کو شائع ہوا۔اور آخری افسانوی مجموعہ ''گنجفہ'' 2008ء میں منظر عام پر آیا۔

☆☆☆☆☆

نیر مسوعد کے افسانوں میں واقعات کا بیان دیگر افسانہ نگاروں سے مختلف ہے۔انسان کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے وہ واقعات سے جڑی تمام پہلوؤں پر اس طرح گفتگو کرتے ہیں کہ قصّہ سے ذہن ہٹ کر قاری اس کے طلسمی فضا میں گم ہو جاتا ہے۔ان کی کہانیوں کے بیان میں دستانوی عنصر غالب آجاتا ہے۔چھوٹی چھوٹی باتوں کو بیان کرنے میں بھی آپ کے یہاں طلسمی فضا قائم ہو جاتی ہے۔نیر مسعود

کا خاصہ رہا ہے کہ جب بھی کسی کردار کا خاکہ پیش کرتے ہیں تو اس کے اطراف کی تمام چیزوں سے قاری کو روبرو کرواتے ہیں۔اور پھر اس کی منظرکشی کرنے کے بعد اصل قصّے کی طرف توجہ مرکوز کراتے ہیں۔وہیں درمیان میں اصل قصّے سے ہٹ کر قارین کو دوسری جانب بھی الجھا دیتے ہیں۔آپ کو اپنے تیسرے افسانوی مجموعہ’’طاؤس چمن کی مینا‘‘پر 2001ء میں ساہتیہ آکاڈمی سے نوازا گیا۔اور 2007ء میں سرسوتی انعام ملا۔

’’طاؤس چمن کی مینا‘‘ میں کل دس افسانے شامل ہیں۔مجموعہ کا پہلا افسانہ’بائی کے ماتم دار‘ ہے۔اس افسانہ کو نیر مسعود نے تین حصّوں پر مشتمل رکھا ہے۔پہلے حصّے میں ایک دلہن کی منظرکشی کی گئی ہے۔اس کے سرخ لباس،سرخ مہندی سے لےکر اس کے زیورات کا ذکر ہے۔وہیں قصّے میں دلہن کی موت کا ذکر بھی آیا ہے۔یہ قصہ واحد متکلم کے ذریعہ پیش کیا گیا ہے۔یہ واحد متکلم کو ابتدا میں دلہن کے سراپا کو دیکھ کر اس میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔وہ دلہن کے قریب بیٹھ کر اس کے مہندی لگے ہاتھوں کو،سرخ لباس کو اور زیورات کو بار بار چھوتا ہے جس طرح اکثر بچے دلہن کے پاس بیٹھ کر کیا کرتے ہیں۔واحد متکلم کو دلہن کے سراپا دیکھنا اس قدر اچھا لگتا ہے کہ تو دوسری طرف اسے دلہن سے خوف بھی آنے لگتا ہے۔واحد متکلم کے ذہن میں ایک قصّہ گردش کرنے لگتا ہے کہ بہت پہلے اس کے خاندان کی ایک دلہن کھن کھجورے کے کاٹنے کی وجہ سے سسرال پہنچنے پر مردہ پائی گئی تھی۔اس خوف نے اسے شادی میں شرکت نہیں ہونے دیا کرتا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد جب اس کا خوف ختم ہوتا ہے تو وہ گھر کے سامنے والے مکان کی شادی میں شرکت کرتا ہے۔جب دلہن کی رخصتی ہوتی ہے تو وہ دلہن اس واحد متکلم سے چمٹ کر رونے لگتی ہے۔اس دوران دلہن کا ہار اس کے شرٹ کی بٹن سے میں پھنس جاتا ہے۔اس طرح اس پر دوبارہ سے دلہن کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔وہ جلدی سے دولہن سے دور بھاگ جاتا ہے اس دوران ہار کی پنکھری اس کے بٹن کے ساتھ آجاتی ہے۔اس واقعے کے بعد پھر سے وہ بیمار پڑ جاتا ہے۔

نیر مسعود نے افسانہ کے پہلے حصّے کو دلچسپ بنانے کے لیے دولہن کے قصّے کا سہارا لیتے ہیں وہیں دلہن کے خوف کا ذکر واحد متکلم کے ذہن میں دوبارا سے لیے کر آتے ہیں۔نیر مسعود کی فنکارانہ صلاحیت کی داد دینی چاہیے کہ ایک ایسے کردار کے ذریعہ خوف طاری کرانے میں کامیاب نظر آتے ہیں جو معاشرے کی بہت ہی خوبصورت شئے دلہن ہوتی ہے۔کبھی بھی ایسا نہیں دیکھا گیا ہے کہ دلہن سے کسی کو

خوف ہواور وہ بیمار پڑ جائے۔کسی بھی قلم کار نے اس خوبصورکردار کوخوف کی علامت بنا کر پیش نہیں کیا ہے۔دلہن تو ایک ایسی صفت ہوتی کہ اس کے ارد گرد دیکھنے والوں کا جم غفیر ہوتا ہے۔دولہن سے لے کراس کے لباس اس کے زیورات، اس کی مہندی تمام چیزیں لوگوں کی توجہ کا مرکز ہوا کرتی ہے۔لیکن نیر مسعود نے قارئن کوخوف میں مبتلا کرنے کے لیے کسی خوفناک شئے کو پیش کرنے کے بجائے دولہن کوموضوع گفتگو بنایا۔اوراس پرایک پوراقصہ بیان کرڈالا۔لیکن افسانہ کی اصل کہانی دولہن کی کہانی نہیں ہے بلکہ اصل قصہ تو ’’بائی کے ماتم دار‘‘ ہے۔جوافسانہ کا عنوان بھی ہے۔نیر مسعود اگر دلہن کے اس قصہ کو بیان نہیں کرتے تو بھی یہ ایک مکمل افسانہ تسلیم کیا جاتا۔تینوں حصّوں میں دو کہانیاں چلتی ہیں۔دونوں قصّہ اور اس کے کردار ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتے نہ ہی ایک دوسرے سے کوئی واسطہ ہے۔نیر مسعود جا بجا کہانی کو طویل بنانے کے لیے ایک الگ سے قصے کو قاری پر تھوپتے نظر آتے ہیں۔لیکن ایک اہم بات ضرور ہے کہ نیر مسعود اپنی فنکارانہ صلاحیت کی بنا پر واحد متکلم کے ذریعہ تینوں قصوں میں ربط بنانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔کیونکہ واحد متکلم ہی دونوں کہانی میں اپنی موجودگی رکھتا ہے۔اور پچھلے والے مکان کا ذکر بھی دونوں کہانیوں میں شامل ہیں۔اس مکان میں رہنے والے لوگ کرایہ دار ہیں۔وہیں دونوں کہانیوں میں جو کردار پیش کیے گئے ہیں وہ آپس میں رشتہ دار نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔نیر مسعود نے دونوں پڑوسی کے ذریعہ ہمیں یہ باور کرانے میں کامیاب نظر آتے ہیں کہ انسان کس قدر لالچی صفت ہوتا ہے۔جب دلہن مرجاتی ہے تو دلہارات میں دلہن کی قبر کھود کر اس کے قیمتی زیورات کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔اسی طرح جب بائی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے رشتہ دار اس سے چمٹ کر رونے لگتے ہیں اور اسی دوران ہر کوئی مردہ جسم سے قیمتی زیورات نکال لیتے ہیں۔نیر مسعود اس افسانہ کے ذریعہ انسانی لالچ کو واضح طور پر دکھانے کی کوشش کی ہے۔افسانہ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> ’’شروع میں اس نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا کہ وہ قبر میں اترا کیوں تھا۔جب اس کے ہوش ذرا زیادہ درست ہوئے تو اس نے کہا کہ صرف اپنی دلہن کو ایک نظر دیکھنے کے لئے اس نے قبر کھولی تھی لیکن پھر اپنے آپ ہی اس نے بتایا کہ وہ قبر کے اندر

اتر کر دلہن کے زیورات اتار رہا تھا۔''(بائی کے ماتم دار،ص،(11)

نیر مسعود کے اس افسانہ کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ انسانی دنیا میں احساسات کس قدر ختم ہو چکی ہے کہ ایک ایسا انسان جو اس کی دلہن تھی اس کی موت کا اسے کوئی افسوس نہیں لیکن لالچ و حرس نے اسے نازیبا حرکت کرنے کے لیے اسے قبر میں اتار دیتا ہے۔ نیر مسعود کا یہ افسانہ اصل واقعہ سے واسطہ ہو یا نہ ہو لیکن یہ حرکت انسانی تذلیل، قبر کی بے حرمتی کی داستان ضرور ہے۔ ایسے ہی بائی کے موت پر اس کے رشتہ دار غم سے کوسو دور اس کے جسم سے زیورات نکالنے میں لگے رہتے ہیں۔ افسانہ کا اقتباس ملاخط ہو:

> ''اس میں ایک روتے روتے بائی کے چہرے پر سے منھ ہٹایا تو دوسری نے دیکھا کہ بائی کے کان کا بندہ غائب ہے اس نے پوچھا بندہ کہاں گیا۔ عورت بولی جہاں انگوٹھی گئی اور ایک تیسری عورت کی طرف اشارہ کرنے لگی بائی کی انگلی سے انگوٹھی بھی غائب تھی۔''(بائی کے ماتم دار،ص،25-24)

اس افسانہ میں نیر مسعود نے انسانی لالچ کو بڑی فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اور ایک ہی افسانہ میں دو مختلف واقعات کو پیش کر کے ان کے درمیان ایک ایسی کڑی کو ملایا جو دونوں قصّے کا اصل ہے۔

☆☆☆